# اقتصادی عدالت نہج البلاغہ کی روشنی میں

روشن علی*

## خلاصہ

اقتصاد کا لغوی معنیٰ ''میانہ روی اور اچھا چال چلن'' ہے۔ اصطلاح میں ایسے وسائل کی دریافت کو ''اقتصاد'' کہتے ہیں جو دولت وثروت پیدا کرنے کے مناسب طریقے، اس کے خرچ کے صحیح استعمال کے حقیقی اسباب بتا سکیں۔ نیز عدل کے معنی کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا ہے، ہر حقدار کو اس کا حق دینا، کسی چیز کو اپنے موزوں مقام پر رکھنا وغیرہ ہیں۔ حضرت امام علی (ع) کے معاشی نظام پر نظر کی جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے جو اقتصادی نظام دیا اس میں کاروبار اور تجارت کی آزادی کے ساتھ پیداواری وسائل عوام کی ملکیت تھے اور ہر شخص معیشت کے مختلف ذرائع اختیار کرنے میں آزاد تھا۔ حضرت علی ابن ابی طالب (ع) نظام معیشت کو اس نہج پر قائم کرنا چاہتے تھے، کہ ہر انسان کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ حضرت علی (ع) کے مطابق مسلمانوں کا ذاتی مال، مال فئَ، خمس، صدقات اور خراج اقتصادیات کی بنیاد ہیں۔

حضرت امام علی (ع) کے نزدیک ذخیرہ اندوزی ملک اور ملت کے لیے انتہائی نقصان دہ چیز ہے۔ اگر کوئی تاجر ذخیرہ اندوزی کرے تو حکومت ایسے تاجروں کے خلاف ایسے اقدام کرے کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں۔ آپ کی نظر میں خراج اور ٹیکس ادا کرنے والوں کی اصلاح بھی ضروری ہے اور خراج دینے والوں کی اصلاح کی بدولت ہی دوسروں کے اقتصادی حالات بھی درست کیے جا سکتے ہیں۔ حضرت علی (ع) زکوۃ جمع کرنے والوں کو عوام کے ساتھ زیادتی نہ کرنے اور مال کو مالک کی مرضی کے مطابق تقسیم کرنے کی خصوصی ہدایت کرتے تھے۔ آپؑ نے جب اقتدار سنبھالا تو پیغمبر اکرم (ص) کی سنت کے مطابق ہر شہر کا بیت المال اُسی شہر کے مستحقین میں تقسیم کیا۔ امام (ع) کے نزدیک بیت المال غریبوں، ناداروں، تیموں، بوڑھوں اور مسکینوں کا حق ہے۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ عوام میں سے جو یتیم ہیں یا تیموں کی پرورش کرنے والے ہیں اور جو بہت ہی بوڑھے ہو چکے ہیں ان کے حقوق کا خاص خیال رکھے۔ امام علیؑ اپنے خطبوں، خطوط اور اقوال میں اپنے تمام گورنروں کو عدل قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عدل اور انصاف کا ایک حصّہ اقتصادی انصاف اور مالی امور کے توازن کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ کی نظر میں اگر مالیات دینے والے کسی مشکل کی وجہ سے ٹیکس اور خراج کی گرانباری کی شکایت کریں تو خراج کے وصول میں کمی کی جائے۔ حضرت علی (ع) کے مطابق مسلمان حکمران کی ایک اہم ذمہ داری بیت المال کی جمع آوری اور اس کی نگرانی ہے۔ بیت المال کے حوالے سے حضرت علی علیہ السلام کی ایک روش یہ بھی تھی کہ آپ بیت المال سے غصب کیے ہوئے اموال واپس لوٹاتے تھے اور عاملین زکوۃ اور گورنروں کو ہدایت و نصیحت کرتے اور انہیں بیت المال میں خیانت کرنے کے نتائج سے آگاہ فرماتے تھے۔

## ۱۔ اقتصادی عدالت کا معنی و مفہوم

اقتصاد کا لغوی معنی ''میانہ روی اور اچھا چلن'' ہے۔ اصطلاح میں ایسے وسائل کی ''دریافت'' کو اقتصاد کہتے ہیں جو دولت وثروت پیدا کرنے کے مناسب طریقے، اس کے خرچ کے صحیح استعمال اور اس کی نابودی اور بربادی کے حقیقی اسباب بتا سکیں۔ جہاں تک عدالت اور عدل کا تعلق ہے تو ''عدل'' کے معنی کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا اور ہر حقدار کو اپنا حق دینا یا کسی چیز کو اپنے موزوں مقام پر رکھنا وغیرہ ہیں۔

اقتصادی عدالت سے مراد: بیت المال کی تقسیم میں عدل وانصاف قائم کرنا اور ہر حقدار کو اس کا حق دینا ہے۔ اقتصادی عدل وانصاف کو اسلام کا سب سے بڑا مقصد سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی عدل وانصاف کو قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوئے۔ بنیادی طور پر کوئی بھی قوم یا مکتبِ فکر، سماجی انصاف کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ سماجی عدل اور انصاف کا تعلق براہ راست قوموں اور حکومتوں کی بقاء سے ہے۔

یہاں ہم حضرت علی علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں نہج البلاغہ سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ امام (ع) نظام معیشت کو عدل کی بنیادوں پر استوار کرکے طبقاتی تفریق کی راہیں بند کرنا چاہتے تھے، تاکہ معاشرے میں معاشی توازن قائم کیا جاسکے اور معاشرہ غربت اور امارت کے لحاظ سے دو طبقوں میں اس طرح نہ بٹ جائے کہ ایک طرف فلک بوس عمارتیں ہوں، تو دوسری طرف شکستہ جھونپڑے۔ ایک

---

*۔ اسسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، ایف 10/3 اسلام آباد

طرف فاخرہ ملبوسات ہوں، تو دوسری طرف پھٹے پرانے کپڑے۔ ایک طرف امراء بلکہ ان کے کتے بھی شکم سیر ہوں، تو دوسری طرف فاقوں سے دم توڑتے ہوئے انسان۔

حضرت امام علی (ع) کے معاشی نظام پر نظر کی جائے تو یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ کاروبار اور تجارت کی آزادی کے ساتھ پیداواری وسائل عوام کی ملکیت ہیں اور ہر شخص معیشت کے مختلف ذرائع، یعنی زراعت، تجارت، دستکاری، صنعتکاری وغیرہ کے اختیار کرنے میں آزاد تھا۔ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نظام معیشت کو اس نہج پر قائم کرنا چاہتے تھے کہ ہر انسان کی ضروریات پوری ہوں۔ پیداوری وسائل اور معیشت کے جملہ شعبوں میں سب کے حقوق مساوی ہوں اور سب کو سعی وکاوش اور کسب وکار کے یکساں مواقع میسر ہو سکیں۔ امیر المؤمنین (ع) فقیروں اور مسکینوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ان الله فرض فی اموال الاغنیاء اقوات الفقراء فما جاع الفقیر الا بما متع به غنی والله تعالیٰ سائلهم عن ذالك۔" (1)

یعنی: "اللہ تعالی نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کی روزی کا حصہ رکھا ہے؛ اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لیے کہ دولت مند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور اللہ تعالی ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔"

## ۲۔ اقتصادیات کی بنیاد

یہاں ہم ان چیزوں کو واضح کریں گے جن سے معیشت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اشیاء جو اقتصادیات کی بنیاد ہیں، ان میں سے چند ایک کا ذکر حضرت علی علیہ السلام یوں کرتے ہے:

"انّ هٰذا القرآن انزل علی النّبیّ صلّی الله علیه و آله وسلّم و الاموالُ اربعةٌ: اموال المسلمین فقسّمها بین الورثة فی الفرائض؛ و الفيء فقسّمه علی مستحقیه؛ والخمس فوضعه الله حیث وضعه؛ و الصدقات فجعله الله حیث جعلها۔" (2)

یعنی: "جب قرآن نبی (ص) پر نازل ہوا، تو اس وقت چار قسم کے اموال تھے۔ ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا، اسے آپ (ص) نے ان کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کیا۔ دوسرا مال فَیئَ تھا اسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال، خمس کا تھا اس مال کے اللہ تعالی نے خاص مصارف مقرر کر دیئے ہیں۔ اور چوتھا صدقات کا مال تھا، انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔"

اس قول میں درج ذیل چار قسم کے اموال کا ذکر ہے: ۱) مسلمانوں کا ذاتی مال؛ ۲) مال فیٔ؛ ۳) خمس؛ ۴) صدقات۔ یہاں ان میں سے ہر ایک کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

### ا۔ مسلمانوں کا ذاتی مال

مسلمانوں کا وہ مال جو انہوں نے جائز طریقے سے کمایا ہے، وہ ان کا ذاتی مال ہے، جس کو وہ اپنی مرضی سے اللہ تعالی کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں۔ اس مال کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَ لَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ وَ اسۡـَٔلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِيۡمًا۔" (3)

یعنی: "اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرنا۔ مردوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا ہے اور عورتوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا ہے۔ اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کہ وہ بیشک ہر شے کا جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جس نے جتنا کمایا ہے وہ اس کا ذاتی مال ہے، چاہے کتنا ہی ہو۔ دوسرا وہ مال جو ان کے والدین یا رشتہ دار ترکہ کے طور پر چھوڑ جائیں وہ انہیں میراث میں ملے، تو وہ بھی ان کا ذاتی مال ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔" (4)

یعنی: "اور جو مال ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور اس میں مردوں کا ایک حصہ ہے اور ایسا ہی جو مال والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اس میں تھوڑا ہو یا بہت عورتوں کا بھی ایک حصہ ہے۔ یہ حصہ ایک طے شدہ امر ہے۔"

## ۲۔ مال فئ

جو مال مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ مل جائے، چاہے کفار میدان جنگ میں وہ مال چھوڑ کر بھاگ جائیں یا وہ مسلمانوں کو جزیہ اور ٹیکس دینے پر راضی ہو جائیں، ان دونوں صورتوں میں حاصل شدہ مال کو مالِ فئ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ" (5)

یعنی: "نیز جو کچھ اللہ اپنے رسول کو ان یہود سے لوٹا دے تو وہ ایسی چیز ہے جس پر قبضہ کرنے کے لئے (تم نے کوئی زحمت نہیں اُٹھائی) نہ تم نے اس کے لئے گھوڑے دوڑائے، نہ کوئی اُونٹ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے۔"

## ۳۔ خمس

اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں پانچواں حصہ نکالنے کو خمس کہا جاتا ہے۔ خمس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ" یعنی: "اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول اور قریب ترین رشتہ داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو۔" (6)

## ۴۔ صدقات (زکوۃ، خیرات وغیرہ)

صدقات کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس میں زکوۃ، خیرات وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ" (7) یعنی: "نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔" اسی طرح حضرت علی (ع) کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے: "و ایتاء الزکوٰۃ فانّھا فریضۃ واجبۃ" (8)

یعنی: "زکوۃ کا ادا کرنا؛ یقینا یہ ایک واجب فریضہ ہے۔" زکوۃ کے بارے میں ایک اور خطبہ میں امام (ع) ارشاد فرماتے ہیں:

"انّ الزکوٰۃ جعلت مع الصلوٰۃ قرباناً۔۔۔ حجازاً و وقایۃً۔" (9)

یعنی: "مسلمانوں کے لیے نماز کے ساتھ زکوۃ کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جو شخص اسے اللہ تعالیٰ کی خشنودی کے لیے ادا کرے گا، اس کے لیے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔"

صدقات کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ: "سوسوا ایمانکم بالصدقۃ وحصّنوا اموالکم بالزکوٰۃ" (10) یعنی: "صدقہ دے کر اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور زکوۃ دے کر اپنا مال بچاؤ۔" اسی طرح قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا" (11) یعنی: "اُن کے اموال میں سے صدقہ (زکوۃ) لے لو تاکہ انہیں اس کے ذریعہ پاک کر دو اور ان کی تربیت کرو۔" ان چار کے علاوہ اور بہت سے طریقے ہیں جہاں سے مال کا حصول کیا جا سکتا ہے، ان میں سے چند اہم طریقوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

## ۵۔ خراج

اقتصادیات کا ایک اہم ذریعہ خراج ہے، جو کہ عوام اپنی حکومت کو ادا کرتی ہے۔ خراج حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت خراج ادا کرنے والوں کی اصلاح کو پیش نظر رکھے، کیونکہ جیسے آبادی زیادہ ہو گی تو ویسے وہ زیادہ سے زیادہ خراج ادا کریں گے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے گورنر مقرر کرتے وقت ہدایت کرتے ہیں:

''و تفقّد امر الخراج۔۔۔ کلّھم عیالٌ علی الخراج و اھلہ۔'' (12)

یعنی: '' خراج کے معاملہ میں خراج ادا کرنے والوں کی اصلاح و مفاد پیش نظر رکھنا، خراج اور خراج دینے والوں کی اصلاح کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیے جا سکتے ہیں۔ اور ان کے بغیر اصلاح ممکن ہی نہیں؛ اسی لیے کہ سب انسانوں کا دار و مدار خراج اور خراج دینے والوں پر ہی ہے۔''

## ٦۔ زمین کی آبادکاری

اقتصادیات کے حصول کا دوسرا اہم ذریعہ زمین کی آبادکاری (زراعت) ہے۔ جتنی زمین زرخیز ہو گی اور اس کی دیکھ بھال کی جائے گی، اتنا ہی زیادہ فائدہ ہو گا۔ اس سے ملک اور قوم خوشحال ہو جائے گی۔ لہٰذا حکومت پر لازم ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ زمین کی آبادی پر توجہ دے کیونکہ کھانے اور پہننے وغیرہ کی چیزوں کا دار و مدار زمین کی آبادکاری پر ہوتا ہے۔ حضرت علی (ع) زمین کی آبادکاری کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ولیکن نظرك فی عمارۃ الارض ابلغ من نظرك فی استجلاب الخراج۔۔۔ و اھلك العباد و لم یستقم امرہ الّا قلیلًا۔'' (13)

یعنی: '' خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادکاری کا خیال رکھنا، کیونکہ کہ خراج بھی تو زمین ہی کی آبادی سے حاصل ہوتا ہے۔ جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے، وہ ملک کی بربادی اور بندگانِ خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔''

## ۷،۸۔ تجارت اور صنعت

تجارت اور صنعت اقتصادیات کے حصول کے اہم ذرائع ہیں۔ کسی بھی ملک کی ترقی کا دار و مدار تجارت اور صنعت پر ہوتا ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ حاکم، تجارت اور صنعت کے فروغ کی ہر ممکن کوشش کرے، تاجروں اور صنعت گروں کی ہر ممکن مدد کرے اور انہیں تمام سہولیات فراہم کرے، کہ وہ زیادہ سے زیادہ سرمایہ کمائیں، جس سے ملک اور ملت کو فائدہ پہنچے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے گورنر کو تاجروں اور صنعت گروں کا خیال رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ثم استوص بالتجار و ذوی الصناعات و اوص بھم خیرا۔۔۔ فانّھم سلم لا تخاف بائقتہٗ و صلح لا تخشی غائلتہ و تفقد امورھم بحضرتك وفی حواشی بلادك۔'' (14)

یعنی: '' پھر تمہیں تاجروں اور صنعت گروں کے خیال رکھنے کی اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے: خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں، یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت سے کمانے والے ہوں، کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے پورا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکی، تری، میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ بے شک یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں، ان سے کسی شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں تم ان کی خبر گیری کرتے رہنا۔''

## ۳۔ ذخیرہ اندوزی کی روک تھام

ذخیرہ اندوزی ملک اور ملت کے لیے انتہائی نقصان دہ چیز ہے۔ اگر کوئی تاجر ذخیرہ اندوزی کرے، تو حکومت ایسے تاجروں کے خلاف ایسے اقدام کرے کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں۔ کیونکہ ذخیرہ اندوزی کرنے والے تاجر تنگ نظر اور کنجوس ہوتے ہیں، لہٰذا حکومت ان تنگ نظر اور کنجوس تاجروں کو ذخیرہ اندوزی سے سختی کے ساتھ روکے۔ اگر منع کرنے کے باوجود بھی ذخیرہ اندوزی کرے تو اس کو سزا دی جائے۔ حضرت علی علیہ السلام ایسے تاجروں اور صنعت گروں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''واعلم مع ذالك انّ فی کثیرٍ منھم ضیقا فاحشا و شحّا قبیحًا۔۔۔ بعد نھیك ایّاہ فنكّل بہ، وعاقبہٗ فی غیرِ اسرافٍ۔ (15)

یعنی: '' اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ جو زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اور حکمرانوں کی بدنامی کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ اور خرید و فروخت صحیح ترازو اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونا چاہیے، کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو، اگر منع کرنے کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب تو اسے مناسب حد تک سزا دینا''

## ۴۔ عوام کے طبقات

اس دنیا میں رہنے والے لوگوں کے کئی طبقات ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے کیونکہ انسان معاش کے حصول کے لیے ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داری اور مقام و منصب ہوتا ہے۔ یہاں پر ان تمام طبقات کا تذکر کیا جا رہا ہے۔ نیز ان میں سے ہر ایک طبقے کی اہمیت اور ذمہ داری کو بھی بیان کیا جا رہا ہے۔ بالخصوص حکومت کی ان طبقات کے متعلق ذمہ داریوں کو واضح کیا جا رہا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں عوام کے آٹھ طبقات اور ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''واعلم انّ الرّعیّۃ طبقات لایصلح بعضھا الّا ببعضٍ۔۔۔ ومنھا الطّبقۃ السفلٰی من ذوی الحاجۃ و المسکنۃِ۔'' (16)

یعنی: '' تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعیت کے کئی طبقات ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر طبقے کی فلاح اور بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ عمومی اور خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے۔ تیسرا طبقہ عدل کرنے والے قاضیوں کا ہے۔ چوتھا طبقہ حکومت کے وہ اعمال ہیں جن سے انصاف اور امن قائم ہوتا ہے۔ پانچواں طبقہ جزیہ اور خراج دینے والوں کا ہے، وہ جزیہ دینے والے ذمی اقلیتی ہوں یا خراج دینے والے مسلمان ہوں، چھٹا اور ساتواں طبقہ تاجروں اور صنعت گروں کا ہے۔ آٹھواں طبقہ سب سے کمزور ترین طبقہ ہے وہ فقیروں، محتاجوں، مسکینوں اور ناداروں وغیرہ کا ہے۔''

ان تمام طبقات کا بیت المال میں حصہ معیّن ہے۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا اس کے متعلق ارشاد ہے:

'' و کلًّا قد سمّی اللہُ سھمہٗ لہٗ و وضع علی حدّہٖ فریضتہٗ فی کتابہٖ او سنّۃِ نبیّہٖ صلّی اللہ علیہ و اٰلہٖ و سلّم عھدا منہ عندنا محفوظا۔'' (17)

یعنی: '' اور اللہ تعالی نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں اس کی حد بندی کر دی ہے اور وہ دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔''

## ۵۔ بیت المال کے فائدے

حضرت علی علیہ السلام خراج اور ٹیکس ادا کرنے والوں کی اصلاح کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"فإنّ فی صلاحه و صلاحهم۔۔۔ النّاس کلّهم عیالٌ علی الخراج واهله۔"

یعنی: "یقیناً خراج اور خراج دینے والوں کی اصلاح کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیے جا سکتے ہیں اور ان کے بغیر اصلاح ممکن نہیں کیونکہ سب انسانوں کا دار ومدار خراج اور خراج دینے والوں پر ہی ہے۔" (18)

جب بیت المال میں جمع ہونے والے اموال کے ذرائع کو مضبوط کیا جائے گا اور ان کی اصلاح کی جائے گی تو وہ زیادہ سے زیادہ ٹیکس ادا کریں گے، جب ٹیکس اور خراج زیادہ جمع ہوگا، تو بیت المال خزانے سے بھر جائے گا، ملک خوشحال ہو جائے گا اور عوام کی فلاح و بہود ہو گی۔ جس کے نتیجے میں ملک میں امن اور امان قائم ہو جائے گا، فتنہ اور فساد کی جڑیں ختم ہو جائیں گی، کیونکہ تمام جھگڑے زیادہ تر مالی عدم استحکام اور ناانصافی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ لہٰذا حکومت پر فرض ہے کہ وہ بیت المال کو عوام میں صحیح تقسیم کرے۔ جب بیت المال عوام میں صحیح طور پر استعمال کیا جائے گا، تو عوام حکومت کے دوام کی دعائیں مانگیں گے اور حکومت کی حمایت کریں گے۔ اگر حکومت اقتصادی اصلاح کی بجائے عوام پر ٹیکسوں کا زیادہ بوجھ ڈالے گی، تو عوام کنگال اور حکومت کو ختم کرنے کے در پے ہو جائے گی۔ اسی مطلب کی طرف حضرت علی علیہ السلام اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومن طلب الخراج بغیر عمارۃ۔۔۔ ولم یستقم امرہ الّا قلیلًا۔" (19)

یعنی: "جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے، وہ ملک کی بربادی اور بندگانِ خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے، اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔"

اس جملے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خراج اس وقت طلب کیا جائے، جب زمین کی آباد کاری صحیح اور بہتر ہو۔ کیونکہ اس سے ملک اور ملت کی اصلاح ہوتی ہے اور ملک ترقی کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں حکومت زیادہ دیر تک چل سکتی ہے اور اگر بغیر زمین کی آباد کاری اور دیگر ذرائع آمدن کی اصلاح کے خراج اور ٹیکس وصول کیا جائے گا، تو حکومت جلد ہی تباہ و برباد ہو کر ختم ہو جائے گی۔

اسی بیت المال ہی کے ذریعے ملک کو محفوظ کیا جائے گا، ملکی دفاع مضبوط ہو گا اور فوج کو تقویت ملے گی: "لا قوام للجنود الّا بما یخرج الله لهم من الخراج الذی یقوون به علی جهاد عدوّهم ویعتمدون علیه فیما یصلحهم ویکون من وراء حاجتهم" یعنی: "افواج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے، جو الله نے اس کے لیے معین کیا ہے، جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے ہیں اور اپنی حالت کو درست کرتے ہیں اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔" (20)

## ۶۔ بیت المال کی جمع آوری

### (i) عاملین زکوٰۃ کو ہدایات

حضرت علی علیہ السلام جب بھی کسی کو اپنی طرف سے زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجتے تو اسے درج ذیل ہدایات دیتے تھے:

"امرهٗ بتقوی الله فی سرائرِ امرہٖ و خَفِیّاتِ عملہٖ۔۔۔ فانهم الاخوان فی الدین والاعوان علی استخراج الحقوق۔" (21)

یعنی: "میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے پوشیدہ امور اور مخفی اعمال میں بھی الله سے ڈرتے رہیں جہاں اس کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ اور نگراں نہیں ہوتا ہے۔ اور خبر دار ایسا نہ ہو کہ ظاہری معاملات میں خدا کی اطاعت کریں اور مخفی مسائل میں اس کی مخالفت کریں۔ اس لیے کہ جس کے ظاہر و باطن اور فعل و قول میں اختلاف نہیں ہوتا ہے وہی امانت الٰہی کا ادا کرنے والا اور عبادتِ الٰہی میں مخلص ہوتا ہے۔"

### (ii) ٹیکس اور خراج وصول کرنے میں عوام کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے

امیر المؤمنین علیہ السلام عاملینِ زکوٰۃ کو عدل اور انصاف کا حکم دیتے ہیں:

''ولا تحشموا احداً عن حاجته ولا تحبسوه عن طلبته ۔۔۔ ولا تدّخروا انفسکم نصیحةً ولا الجند حسن سیرۃٍ ولا الرعیّةَ معونۃ۔'' (22)

یعنی: ''کسی سے اس کی ضرورت کو قطع نہ کرو اور نہ ہی اس کے مقصد میں روڑے اٹکاؤ۔ لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لیے ان سے گرمی و سردی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں اور غلاموں کو فروخت نہ کرو۔ کسی کو پیسوں کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ اور کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ، مگر یہ کہ اس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہو کہ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو۔ اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کہ لیے مناسب نہیں کہ وہ اس کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے۔ آپس میں ہمیشہ خیر خواہی کرتے رہو، فوج سے نیک برتاؤ جاری رکھو اور عوام کی مدد کرتے رہو۔''

حضرت علی علیہ السلام ایک عامل زکوۃ کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انطلق علی تقویٰ اللہ وحدہٗ ۔۔۔ لا تاخذنّ منہ اکثر من حقّ اللہِ۔'' (23)

یعنی: ''اللہ وحدہ لاشریک کا خوف دل میں لیے ہوئے نکل کھڑے ہو۔ کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا، کسی پر اس طرح وارد نہ ہونا کہ اسے ناگوار گذرے۔ جتنا اس کے مال میں سے اللہ کا حق ہو اس سے زیادہ نہ لینا۔''

آپؑ عاملین زکوۃ کو اخلاقیات کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیتے ہیں:

''فاِذا قدمت علی الحیّ فاَنزلْ بمائہم ۔۔۔ لآخذ منکم حقّ اللہِ فی اموالکم۔'' (24)

یعنی: ''پس جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھسنے کے بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا کر اترنا، پھر سکون اور وقار کے ساتھ ان کی طرف بڑھنا، یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ تو ان پر سلام کرنا اور آداب اور تسلیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا۔ ان سے کہنا اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے، اگر تمہارے پاس مال میں سے اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اسے وصول کر لوں۔''

نیز آپ علیہ السلام اپنے نصائح میں نصیحت فرماتے ہیں کہ مالک کے اس اظہار کو کہ اس کے مال میں زکوۃ ہے یا نہیں ہے قبول کیا جائے:

''ھَلِ للہِ فی اموالکم فی حقٍّ فتؤدّوہ ۔۔۔ ولا تفزعنّھا ولا تسوئنّ صاحبھا فیھا۔'' (25)

یعنی: ''کیا تمہارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤں؟ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھر اس سے دہرا کہ نہ پوچھنا اور اگر کوئی کہنے والا ہاں کہے، تو اسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر سختی و تشدد کئے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا۔ اگر اس کے پاس گائے، بکری یا اونٹ ہوں تو ان کے غول میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا، کیونکہ اس میں زیادہ حصہ تو اسی کا ہے۔ جب مالک داخل ہونے کی اجازت دے دے تو اس طرح داخل نہ ہونا کہ تمہیں اس پر پورا قابو حاصل ہے اور نہ اسی طرح کہ تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے، کسی جانور کو نہ بھڑکانا، نہ ڈرانا اور نہ اس کے بارے میں اپنے غلط رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔''

### (iii) مال کو مالک کی مرضی کے مطابق تقسیم کیا جائے

اس حوالے سے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''واصدع المال صدعین ثمّ خیّرہ فاِذا اختارَ ۔۔۔ ثمّ اصنع مثل الذی صنعت اوّلاً حتّی تاخذ حقّ اللہ فی مالہٖ۔'' (26)

یعنی: ''مال کے دو حصہ کر دینا اور مالک کو اختیار دینا، جب وہ کوئی حصہ اختیار کرے، تو اس کے انتخاب سے تعرّض نہ کرنا۔ پھر بقیہ حصہ کے دو حصہ کر دینا اور اسے اختیار دینا، اور جب وہ کوئی حصہ انتخاب کر لے، تو اس سے تعرض نہ کرنا۔ اس طرح کرتے رہنا یہاں تک اختیار دینا، اور جب وہ کوئی حصہ انتخاب کر لے تو اس سے تعرض نہ کرنا۔ اس طرح کرتے رہنا یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے کہ جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے، وہ پورا

ہو جائے، تو بس اسے اپنے قبضے میں لے لینا۔ اگر وہ دوبارہ تقسیمِ مال کا مطالبہ کرے، تو اس کے مطالبے کو قبول کرنا، پھر سارے مال کو آپس میں خلط ملط کر دینا، پھر اسی طرح تقسیم کرنا، جس طرح پہلے تم نے تقسیم کیا تھا، یہاں تک کہ اس کے مال سے اللہ کا حق لے لو۔"

## ۷۔ بیت المال کی تقسیم

### (i) تقسیم کا طریقہ کار

حضرت امیر المؤمنین علی ابن طالب علیہ السلام نے جب ظاہری خلافت کو اپنے ہاتھوں میں سنبھالا، تو بیت المال کی تقسیم میں پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے مطابق جس شہر میں جو مال جمع ہوتا اسی شہر کے مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔ اگر وہاں سے کچھ بچ کر آپؑ کے پاس آتا، تو بیت مال میں سمیٹ رکھنے کے بجائے اسے مستحقین میں تقسیم کر کے بیت المال خالی کر دیتے تھے: "ما کان یدع فی بیت المال مالا یبیت فیه حتی یقسمه الا ان یشغله شغل فیصبح الیه" یعنی: "آپؑ نے یہ نوبت نہیں آنے دی کہ رات گزاریں اور مال بیت المال میں پڑا رہے بلکہ رات سے پہلے اسے تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی مانع ہوتا تو صبح ہونے دیتے۔ (27)

بیت المال کی تقسیم کی تفصیل قرآن مجید اور حدیث نبوی (ص) میں موجود ہے اور اسی کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام بیت المال کی تقسیم کے بارے میں ایک عاملِ زکوٰۃ کو یوں لکھتے ہیں:

"و انّ لك فی هٰذه الصدقة نصیباً مفروضاً۔۔۔ والمساكین والسّائلون و لمرفوعونوالغارم وابن السبیل۔" (28)

یعنی: "بے شک اس زکوٰۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا حق ہے۔ اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں، اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی ان کا حق پورا پورا ادا کرو، اگر تو نے حق ادا نہ کیا تو یاد رکھو کہ روزِ قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہوں گے۔ وائے بدبختی اس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ، قرضدار اور مسافر ہوں۔"

اسی طرح مصارف زکوٰۃ قرآن کریم میں بھی بیان ہوئے ہیں:

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيم" **(29)**

یعنی: "بیشک زکوٰۃ فقراء، مساکین، زکوٰۃ جمع کرنے والے، مؤلفۃ القلوب، غلام آزاد کرنے کے لیے، قرضدار اور مسافر کے لیے ہے۔ اور یہ ایک اہم خدائی فریضہ ہے اور اللہ دانا و حکیم ہے۔"

امامؑ، بیت المال اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیتے ہیں:

"ثمّ احدر الینا ما اجتمع عندك نصیرّہ حیث امر الله به۔۔۔ لنقسمه علی کتاب الله و سنّةِ نبیّهٖ صلّی الله علیه وآله وسلّم۔" (30)

یعنی: "پھر جو کچھ تمہارے پاس جمع ہوا ہے اسے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا تاکہ ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے وہاں صرف کریں تاکہ ہم اس مال کو اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنت کے مطابق تقسیم کریں۔"

یہاں سے یہ امر واضح ہوتا ہے، کہ بیت المال کی تقسیم میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے اصولوں کا خیال رکھنا ضروری ہے اور حضرت علی علیہ السلام ان کی پابندی کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور سختی سے اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

### (ii) بیت المال میں سب برابر کے شریک ہیں

حکومتی خزانے بیت المال میں جمع ہونے والے مال میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں کیونکہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور تمام انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، لہٰذا ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"انّ ھٰذا المال لیس لی ولا لك۔۔۔ لاتکون لغیر افواھھم۔" (31)

یعنی: " یہ مال نہ میرا ہے نہ تمہارا بلکہ مسلمانوں کا حقِ مشترک ہے اور ان کی تلواروں کا جمع کیا ہوا سرمایہ ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہوتے تو تمہارا حصہ بھی ان کے برابر ہوتا ورنہ ان کے ہاتھوں کی کمائی دوسروں کے منہ کا نوالہ بننے کے لیے نہیں ہے۔"

یہ ہے ہادی برحق امام المتقین علی علیہ السلام کی روش، کہ کتنا ہی قریبی دوست اور حمایتی ہی کیوں نہ ہو، اس کو بیت المال میں سے، جس میں تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں کا حق مشترک ہے، کچھ دینے کے بجائے عدل کو قائم رکھتے ہوئے اس مال کو تمام لوگوں میں برابر تقسیم کرتے ہیں۔

### (iii) تقسیم بیت المال میں مساوات اور عدل

امیر المؤمنین علیہ السلام نے بیت المال کی تقسیم میں اعلیٰ اور ادنیٰ، قرشی اور غیر قرشی، آزاد اور غلام سب کا حق مساوی سمجھتے تھے۔ اور رنگ و نسل اور قومیت و وطنیت کی بنا پر امتیاز گوارا نہ کرتے تھے اور یہ اعلان کر دیا تھا کہ میں سب امتیازات ختم کر دوں گا۔ آپ (ع) کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان سنا، تو آپؑ سے کہا کہ آپؑ مجھے اور مدینہ کے ایک حبشی غلام کو ایک سطح پر رکھیں گے، تو حضرتؑ نے انہیں فرمایا:

"اجلس رحمك اللہ و ما فضلك علیہ الا بسابقۃ او تقوی۔" (32)

یعنی: " بیٹھئے خدا تم پر رحم کرے اگر تم کو اس پر فضیلت ہو سکتی ہے، تو سبقت اور تقویٰ کی بنا پر (نہ کہ بیت المال کی تقسیم میں)۔

ایک مرتبہ دو عورتیں حضرت امیر علیہ السلام کے پاس بیت المال میں سے اپنا حصہ لینے آئیں تو حضرتؑ نے ان دونوں کو برابر برابر دے دیا۔ اس پر ایک نے کہا میں عربیہ اور آزاد ہوں اور یہ غیر عربیہ اور کنیز ہے، آپؑ نے ہم دونوں کو ایک ہی درجہ پر سمجھ لیا، حالانکہ میں مرتبہ کے اعتبار سے بلند تر ہوں۔ حضرت نے زمین سے مٹی اٹھائی اور اس پر نظر کرنے بعد فرمایا:

"ما اعلم ان اللہ فضل احدا من الناس علی احد الا بالطاعۃ والتقوی۔"

یعنی: " میرے علم میں نہیں کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہو مگر اسے جو طاعت و تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو۔"

یہاں سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں۔ ان میں بحیثیت انسان کوئی فرق نہیں ہے، چاہے امیر ہو یا غریب، عرب ہو یا عجم، آقا ہو یا غلام۔ آپ (ع) نے اپنے بھائی کو اور ایک حبشی غلام کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ ایک مرتبہ آپ (ع) کے صحابی سہل ابن حنیف اپنے حبشی غلام کو لے کر آپؑ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ بیت المال میں سے اپنا حصہ لینے کے لیے آیا ہے، آپ اسے کیا دیں گے۔ فرمایا کہ تمہیں کیا ملا ہے؟ کہا کہ سب کو تین تین دینار ملے ہیں۔ فرمایا کہ اسے بھی تین دینار دیئے جائیں گے۔

ایک مرتبہ آپ (ع) کی ہمشیرہ اُم ہانی بنت ابی طالب علیہ السلام آپؑ کے ہاں بیت المال میں سے اپنا حصہ لینے آئیں، تو آپؑ نے انہیں بیت المال میں سے بیس درہم دیئے۔ انہوں نے واپس پلٹ کر اپنی ایک عجمیہ کنیز سے دریافت کیا، کہ تمہیں امیر المؤمنین علیہ السلام نے کیا دیا ہے۔ اس نے کہا بیس درہم۔ یہ سن کر جناب ام ہانی حضرت کے پاس آئیں اور کہا کہ آپ نے جو کنیز کو دیا ہے وہی مجھے دیا ہے حالانکہ میرا حق فائق ہے۔ حضرت نے فرمایا:

"انی واللہ لا اجد لبنی اسمٰعیل فی ھٰذا الفیٔ فضلا علی بنی اسحٰق۔"

یعنی: " خدا کی قسم میں نے کہیں نہیں پایا کہ اس مال میں بنی اسماعیل کو بنی اسحاق پر کوئی فوقیت حاصل ہے۔"

امیر المؤمنین کی بلند نفسی اس کی قطعاً روادار نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ قرابت و عزیز داری کی بناء پر تقسیم بیت المال کے بارے میں اپنے نظریئے میں تبدیلی پیدا کریں اور جانبداری سے کام لے کر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے امتیازی برتاؤ روا رکھیں، خواہ بہن ہو یا بھائی بیٹا ہو یا بیٹی۔ آپؑ نے تقسیم بیت المال میں وہی طرز عمل اختیار کیا جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ نہ بیت المال میں مال جمع کر رکھا اور نہ تقسیم میں رنگ و نسل کا امتیاز کیا، بلکہ عدل و مساوات کے جو پیمانے وضع کئے اور حق و انصاف کے جو معیاری نمونے پیش کئے دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ (ع) نے بیت المال کی تقسیم میں اتنی برابری اختیار کی ہوئی ہے کہ ہمیں بھی عوام کے عام افراد کے برابر کر دیا ہے تو آپ (ع) نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

"الا تخبرانی ایُّ شیئٍ لکما فیه۔۔۔ وامضیٰ فیه حکمه۔" (33)

یعنی: " یہ تو بتاؤ کہ تمہارا کون سا حق تھا جو تمہیں نہیں دیا؟ اور کون سا حصہ تھا جس میں تم پر دوسروں کو ترجیح دی ہو۔۔ رہا یہ کہ میں نے تقسیم میں مساوات برتی ہے، تو یہ وہ کام ہے جس میں، میں نے اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کیا ہے، نہ اپنی خواہش سے اسے جاری کیا ہے۔ بلکہ یہ وہی طے شدہ چیز ہے، جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے جو میرے اور تمہارے سامنے ہے، تو جس چیز کی اللہ نے حد بندی کر دی ہے اور اس کا قطعی حکم دے دیا ہے، اس میں مجھے تم سے رائے لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

حضرت علی علیہ السلام مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کو تنبیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"الا و انّ مَن قِبَلك وقبلنا من المسلمین، فی قسمة هٰذا الفیء سواءٌ یردون عندی علیه۔" (34)

یعنی: " دیکھو! وہ مسلمان جو میرے اور تمہارے پاس ہیں، اس مال کی تقسیم میں برابر کے حصّہ دار ہیں، اسی اصول پر وہ اس مال کو لینے کے لیے میرے پاس آتے ہیں اور لے کر چلے جاتے ہیں۔"

### (iv) بیت المال میں غریبوں ناداروں اور مسکینوں کا حق ہے

حضرت علی علیہ السلام اپنے گورنر مالک اشتر کو بے سہارا، مساکین اور فقراء کے حقوق کے بارے میں ہدایات دیتے ہیں:

"الله الله فی الطبقه السفلیٰ من الذین لاحیلة لهم۔۔۔ و تفقّد امور من لایصل الیك منهم ممّن تفتحمه العیون و تحقره الرّجال۔" (35)

یعنی: " خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا، پس ماندہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے۔ ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت ہی سوال ہوتی ہے۔ اور اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں ان کے اس حق کی حفاظت کرنا، جس کا اللہ نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے۔ ان کے لیے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے۔ اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی کہیں غافل نہ کر دے۔ پس کسی معمولی بات کو اس لیے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا۔ نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیر لینا اور نہ ہی اپنی توجہ ان سے ہٹانا۔ خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہ سکتے ہوں، جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہونگی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے۔"

### (v) بیت المال میں یتیموں اور بوڑھوں کے حقوق

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ عوام میں سے جو یتیم ہیں یا یتیموں کی پرورش کرنے والے ہیں اور جو بہت ہی بوڑھے ہو چکے ہیں ان کے حقوق کا خاص خیال رکھے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے گورنر کو ایسے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں:

”و تعھّدْ اھل الیُتمِ و ذوی الرِّقَّةِ۔۔۔ وَوَثِقوا بصدق موعودِ اللہِ لھمْ۔ (36)

یعنی: ” یتیموں اور یتیموں کے پالنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہو گا، اور ان کا بھی جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، جن کا کوئی سہارا نہیں، جو بھیک مانگنے کے بھی لائق نہیں رہے۔ اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گذرتا ہے، جبکہ حق سارے کا سارا بھاری ہوتا ہے۔ ہاں خدا ان لوگوں کے لیے جو آخرت کے طلبگار ہوتے ہیں، ان کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو، ان سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

**(vi) تقسیم بیت المال میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی عدل سے پیش آنا**

امام علی علیہ السلام اپنے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو آپؑ کے پاس آئے اور بیت المال سے زیادہ حصہ کا مطالبہ کیا، تو آپؑ نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”واللہِ لقد رأیتُ عقیلا و قد املق۔۔۔ فأصغیتُ الیہ سمعی فظنّ انّی ابیعہ دینی و اتّبع قیادہ مفارقاً طریقی۔“ (37)

یعنی: ” اللہ کی قسم میں نے عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے حصہ کے گیہوں میں سے ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے۔ میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیے گئے ہیں۔ وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دہرایا، میں نے ان کی باتوں کو کان لگا کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھوں اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا۔

جب حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصرار بڑھا تو آپ (ع) نے انہیں عبرت اور نصیحت سکھانے کے طریقہ کی وضاحت یوں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فاحمیتُ لہ حدیدۃً ثمّ اذنیتھا۔۔۔ من الاذی و لا ائنُّ من لظٰی۔“ (38)

یعنی: ” مگر میں نے کیا یہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ عبرت حاصل کرے، چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد اور کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا جسم اس داغ دینے سے جل جائے۔ پھر میں نے ان سے کہا اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو، جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں تپایا ہے اور تم مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔“

امام علی علیہ السلام اپنے ایک عامل کو، کہ جو آپؑ کے رشتہ داروں میں سے تھا، اس نے بیت المال میں خیانت کی تھی، سرزنش کرتے ہوئے اسے لکھتے ہیں:

”فاتق و اردد الی ھؤلآء القوم اموالھم۔۔۔ حتّی آخذ الحقّ منھا و ازیح الباطل عن مظلمتھما۔“ (39)

یعنی: ” خدا سے ڈرو اور ان لوگوں کے اموال واپس کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے اور خدا نے کبھی مجھے تم پر اختیار دے دیا، تو تمہارے بارے میں وہ فیصلہ کروں گا، جو مجھے معذور بنا سکے تمہارا خاتمہ اسی تلوار سے کروں گا، جس کے مارے ہوئے کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ نہیں ہے۔ اللہ کی قسم اگر حسن اور حسین (علیہما السلام) بھی وہ کرتے، جو آپ نے کیا ہے، تو میں ان سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ مجھ سے کوئی اپنی خواہش منوا سکتے، یہاں تک کہ میں ان سے حق کو واپس لے لیتا اور ان کے ظلم سے پیدا ہونے والے غلط نتائج کو مٹا دیتا۔“

آپؑ اپنے ایک رشتہ دار گورنر سے لوٹے ہوئے بیت المال کو واپس کرنے کا حکم دیتے ہیں:

”و اقسم باللہ ربّ العٰلمین ما یسرّنی۔۔۔ ینادِی الظالمُ فیہ بالحسرۃ و یتمنّی المضیّع الرّجعۃ و لات حین مناصٍ۔“ (40)

یعنی: ” میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں، کہ یہ میرے لیے خوش ہونے والی بات نہ تھی، کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا ہے، میرے لیے حلال ہوتا، اور میں اسے بعد والوں کے لیے بطور ترکہ چھوڑ جاتا۔ ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو اور مٹی کے نیچے سونپ دیئے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش ہیں۔ اس مقام پر ظالم جہاں واحسر تا کی صدا بلند کرتا ہوگا، اور عمر کو برباد کرنے والے دنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کررہے ہوں گے، حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا۔“

یہ ہے امیر المؤمنین امام المتقینؑ کا طرز عمل کے اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے ہیں، جو دوسروں سے کرتے ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی ترجیح اور فوقیت نہیں دیتے۔ دشمن اور دوست، قریبی اور دور کے سب یکساں ہیں، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔

## ۸۔ حضرت علی علیہ السلام کا اپنے گورنروں کو عدل اور انصاف قائم کرنے کا حکم

امام علی علیہ السلام اپنے خطبوں، خطوط اور اقوال میں اپنے تمام گورنروں کو عدل اور انصاف قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب زیاد ابن ابیہ کو عبداللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں کا گورنر مقرر کیا تو اسے یہ ارشاد فرمایا: ” استَعمِلِ العدلَ واحْذَرِ العسفَ والحَیفَ؛ فاِنَّ العسفَ یعدُ بالجلاءِ والحیفَ یدعو الیٰ السّیف“ یعنی: ” عدل کی روش پر چلو بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے پر مجبور کرے گا۔“ (41) ایک اور مقام پر اپنے گورنر مالک اشتر کو عدل و انصاف قائم رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”انصف اللہ وانصف النّاس من نفسك۔۔۔ حتّٰی ینزع او یتوب۔“ (42)

یعنی: ” اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور انسانوں سے متعلق انصاف کرتے رہنا۔ پس اگر تم نے انصاف نہ کیا تو ظالم ٹھہروگے، اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے، تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ جس کا اللہ دشمن ہو، وہ اس کی ہر دلیل کو کچل دیتا ہے اور اللہ اس سے برسرِ پیکار رہے گا، یہاں تک کہ وہ بندہ ظلم سے باز آجائے اور توبہ کر لے۔“

## ۹۔ سماجی عدل

عدل اور انصاف کا ایک حصّہ اقتصادی انصاف اور مالی امور کے توازن کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ اسلام کی نگاہ میں دولت کے منابع اور مخازن اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے لیے یکساں ہیں۔ جس کی وضاحت حضرت علی علیہ السلام یوں کرتے ہیں: ” انتم عباد اللہ والمال مال اللہ یقسّم بینکم بالسویّۃ لا فضل فیہ لاحد علی احد“ یعنی: ” تم اللہ کے بندے ہو اور یہ مال اللہ کا مال ہے جو تم میں برابر تقسیم کیا جائے گا اس میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔“ (43)

اسلامی حکومت اسے جمع کرنے، اس کی حفاظت کرنے اور تقسیم کرنے کی ذمہ دار ہے اس بنا پر حکومت عموماً اقتصادی مسائل میں چاہے وہ بیت المال سے متعلق ہوں یا عمومی اموال سے، منابع و معادن ہوں یا انفال و ٹیکس وغیرہ ہوں ایسی ذمہ داری رکھتی ہے، جو حکمرانی کی سیاست سے نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس سلسلہ میں اشارے موجود ہیں۔ ان میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ جب انہیں قید سے آزادی کی خوش خبری دی گئی اور بادشاہ مصر نے آپ (ع) کو کوئی عہدہ دینا چاہا تو آپ (ع) نے جواب میں فرمایا: ” اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ“ یعنی: ”زمین کے خزانوں کی ذمہ داری مجھے سونپ دے کہ میں امانت داری کے تحت نیز آمدنیوں کے مصارف اور منابع کے علم کی روشنی میں یہ فریضہ بخوبی ادا کرونگا۔“ (44)

## ۱۰۔ مالیات دینے والوں کی مشکلات اور ٹیکس اور خراج میں کمی

مالیات دینے والے اگر کسی مشکل کی وجہ سے ٹیکس اور خراج کی گرانباری کی شکایت کریں، تو خراج کے وصول میں کمی کی جائے، نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"فان شکوا ثقلا او علّةً او انقطاع شربٍ۔۔۔ افضل قوّتهم بما ذخرت عندهم من اجمامك لهم۔" (45)

یعنی: " اگر عوام خراج کی گرانباری، یا کسی ناگہانی آفت کی، یا نہری اور بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے، یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے، یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث، اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں، تو خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو۔ اور ان کے اس بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی محسوس نہ ہو، کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے، کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب وزینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے۔ اور اس کے ساتھ تم ان سے خراجِ تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرّت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے، اپنے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے کہ جسے تم نے ذخیرہ کرکے ان کے پاس رکھ دیا ہے۔"

حکومت کے اس رحمدلی اور شفقت آمیز رویہ کی وجہ سے جب بھی اسے مشکل پیش آئے گی، تو اس وقت عوام بھی حکومت کی دل کھول کر مدد کرے گی:

"والثقة منهم بما عوّدتهم من عدلك۔۔۔ سؤ ظنّهم بالبقاء وقلّة انتفاعهم بالعبر۔" (46)

یعنی: " اور تم ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم کے جلو میں، جس سیرتِ عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے، تمہیں ان پر اعتماد ہو سکے گا، اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیّب خاطر جھیل لے جائیں گے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے، وہ اٹھالے گا۔ اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں۔ اور ان کی تنگ دستی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال اور دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

## ۱۱۔ حضرت علی علیہ السلام کا عاملین زکوۃ اور گورنروں سے حساب لینا

حضرت علی علیہ السلام اپنے کچھ عاملین زکوۃ کو خطاب کرتے ہیں:

"امّا بعدُ فقد بلغنی عنك امرٌ۔۔۔ فارفع الیّ حسابك واعلمْ انّ حساب الله اعظم من حساب النّاس۔" (47)

یعنی: " مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اس کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا، اور امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانتداری کو بھی رسوا کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے زمین کو صفاچٹ کر میدان کر دیا ہے، اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا اس پر قبضہ جمالیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا اسے نوش جان کر لیا ہے تو تم ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو اور یقین رکھو کہ انسانوں کے حساب سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا۔"

حضرت علی علیہ السلام اپنے گورنر اشعث ابن قیس کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وان عملك لیس لك بطعمة۔۔۔ حتّی تَسَلّمهُ الیّ ولعلی الّا اکون شرّ ولاتك لك۔" (48)

یعنی : " یہ تمہارا منصب کوئی لقمہ تر نہیں ہے، بلکہ تمہاری گردن میں ایک امانت الٰہی ہے اور تم ایک بلند ہستی کے زیر نگرانی حفاظت پر مامور ہو۔ تمہیں رعایا کے معاملے میں اس طرح کے اقدام کا حق نہیں ہے۔ اور خبردار کسی مستحکم دلیل کے بغیر کسی بڑے کام یں ہاتھ مت ڈالنا۔ اور تمہارے ہاتھوں میں خدائے بزرگ و برتر کے اموال میں سے ایک مال ہے اور تم اس وقت تک اس کے خزانچی ہو جب تک میرے حوالے نہ کر دو بہر حال میں غالباً تمہارے لیے برا حکمران تو نہیں ہوں۔

اپنے ایک اور گورنر مصقلہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ :

" بلغنی عنك امرٌان کنت فعلته فقد اسخطت الٰهك۔۔۔ و لا تصلح دنیاك بمحق دینك فتكون من الاَخسرینَ اعمالا۔ " (49)

یعنی : " مجھے تمارے متعلق ایک ایسے امر کی خبر ملی ہے جو اگر تم نے کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کیا ہے، اور اپنے امام کو غضبناک کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس مال غنیمت کو کہ جسے ان کے نیزوں اور گھوڑوں نے جمع کیا تھا اور جس پر ان کا خون بہایا گیا تھا، تم اپنی قوم کے بدوں میں بانٹ رہے ہو جو تمارے ہوا خواہ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیراا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر یہ صحیح ثابت ہوا، تو تم میری نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلہ ہلکا ہو جائے گا۔ اپنے پروردگار کے حق کو سبک نہ سمجھو، اور دین کو بگاڑ کر دنیا کو نہ سنوارو۔ ورنہ عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

## ۱۲۔ حکمران کی بیت المال پر نگرانی ضروری ہے

حضرت علی علیہ السلام اسلامی حکمران کی مختلف ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہیں جن یں ایک اہم ذمہ داری مسلمانوں کے لیے بیت المال کی جمع آوری ہے، جس کی نگرانی حاکم ہی کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :

" و لاینبغی لی ان ادع الجند و المصر۔۔۔ فی الجفیر الفارغ۔ " (50)

یعنی : " میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں اور لشکر لیے ہوئے دوسرے لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں۔ اور جس طرح خالی ترکش میں بے پیکان کا تیر ہلتا جلتا ہے، جنبش کھاتا رہوں۔

اپنے ایک گورنر کو بیت المال کے متعلق کو ہدایت کرتے ہیں :

" و انظر الیٰ ما اجتمع عندك من مال الله۔۔۔ و ما فضل عن ذالك فاحمله الینا لنقسمه فی مَن قِبلنا۔ " (51)

یعنی : " تمہارے پاس اللہ کا جو مال جمع ہوا ہے، اسے اپنی طرف کے حاجتمندوں اور غریبوں پر خرچ کرو۔ اور فقر و فاقے اور ضرورتوں کے موقعوں کی تلاش کرو۔ اس سے جو کچھ بچ رہے، ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم اپنی طرف والوں پر تقسیم کریں۔

امام علی علیہ السلام اپنے کارندوں کے تمام حرکات و سکنات اور رفتار و کردار، حتّٰی کہ معمولی مسائل پر بھی نگرانی کرتے تھے اور ان سے پوچھ گچھ کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے والی بصرہ عثمان بن حنیف، کہ جو بصرہ کے ایک ایسے امیر فرد کی دعوت میں شریک ہوئے تھے، جس میں صرف امیر لوگ مدعو تھے اور غریب لوگوں کو کوئی دعوت نہیں تھی، کو فرمایا :

" امّا بعد یا ابن حنیف فقد بلغنی انّ رجلاً من۔۔۔ و ما ایقنْتَ بطیب وجوهہٖ فَنَلْ منه۔ " (52)

یعنی : " اے ابن حنیف ! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا تو تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لیے چن چن کر لائے جا رہے تھے، اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے مجھے امید نہ تھی کہ تم ان

لوگوں کی دعوت قبول کرلوگے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں، اور دولت مند مدعو ہوں، جو لقمے چباتے ہو، انہیں دیکھ لیا کرو، اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جسے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین نہ ہو اس میں سے کھاؤ۔

آپ (ع) اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے بعد اس اُمت پر آنے والے برے حالات کی فکر کرتے ہیں:

"و انّی الی لقاء اللہ لمشتاقٌ و حسن ثوابہٖ لمنتظرٌ راجٍ و لکنّنی آسی ان یلی امر ھٰذہٖ الامّۃِ سفھاؤھا و فجارُھا فیتّخذوا مال اللہ دوَلا۔" ([53])

یعنی: " اور یقینا میں اللہ کے حضور پہنچنے کا زیادہ مشتاق ہوں اور اس کے حسن ثواب کے لیے دامن امید پھیلائے ہوئے منتظر ہوں مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر حکومت کریں بد مغز پاگل اور بد کردار لوگ جو اللہ کے مال کو اپنی املاک بنائیں۔"

## ۱۳۔ حضرت علیؑ حکمرانوں کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل

حضرت علی علیہ السلام کا ایک دوست علاء ابن زیاد بصرہ میں رہتا تھا، جب وہ بیمار ہوا، تو آپ (ع) اس کی عیادت کے لیے گئے، تو علاء نے آپ (ع) کو اپنے بھائی کی شکایت کی، کہ اس نے تو بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے۔ آپ (ع) نے اس کو سمجھایا تو اس پر اس شخص نے کہا:

"یا امیر المؤمنین ھٰذا انت فی خشونۃ۔۔۔ ان یقدّروا انفسھم بضعفۃ النّاس کیلا یتبیّغ بالفقیرِ فقرہٗ۔" (54)

یعنی: " یا امیر المؤمنین! آپؑ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا ہوتا ہے اور کھانا روکھا سوکھا ہے۔ (اس کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا) تم پر حیف ہے میں تمہاری طرح نہیں ہوں؛ اللہ نے عادل اماموں پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ فقیر لوگ اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائیں۔"

آپ (ع) نے اپنے گورنر عثمان بن حنیف کو تنبیہ کرنے کے بعد انہیں اپنی حالت و کیفیت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ:

"الا انّ لکلّ مأمومٍ اماماً یقتدِی بہ و یستضیئُ بنور علمہٖ۔۔۔ وحولی بطونٌ غرثی و اکباداً حرّی۔" (55)

یعنی: " تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مقتدی کا ایک امام ہوتا ہے، جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نور علم سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ دیکھو! تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں، اور نہ ان کپڑوں کے بدلے میں کوئی اور کپڑے مہیا کیے ہیں۔۔۔۔ اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے لیے ذرائع مہیا کر سکتا تھا۔ ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنالیں اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے۔ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے بھی لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو، اور انہیں پیٹ بھر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں اپنا پیٹ بھر کر سویا رہوں اس حالت میں کہ میرے گرد بھوکے اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں۔"

مزید اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

"أأقنعُ من نفسی بان یقال امیر المؤمنین۔۔۔ تکترشُ من اعلافھا و تلھو عمّا یرادُ بھا۔" (56)

یعنی: "کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المؤمنین کہا جاتا ہے؟ مگر میں زمانے کی سختیوں میں مؤمنوں کا شریک نہ بنوں۔ اور زندگی کی بدمزگیوں میں ان کے لیے نمونہ نہ بنوں۔ میں اس لیے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں۔ اس بندھے ہوئے چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے۔ یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح کہ جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے، وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ظلم و تعدی کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہیں کہ: " واللہِ لو اعطیتُ الاقالیم السبعة بما تحت افلاکها علی ان اعصی اللہ فی نملةٍ اسلبها جلب شعیرةٍ ما فعلتُ" یعنی: " خدا کی قسم! اگر ہفت اقلیم جو آسماں کے نیچے ہیں مجھے دیئے جائیں اس بدلے میں، میں اللہ کی اتنی نافرمانی کروں کہ چیونٹی کے منہ سے جو کا چھلکا چھینوں تو بھی ہر گز نہیں کروں گا۔" (57)

## ۱۴۔ حاکم پر لازم ہے کہ لوٹے ہوئے خزانے کو واپس پلٹائے

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی بیت المال کے حوالے سے ایک روش یہ بھی تھی کہ غصب کیے ہوئے مال کو واپس بیت المال میں لوٹاتے تھے:

"واللہ لو وجدتُهٗ قد تزوّج به النّساء وملك به الاماء لرددته فاِنّ فی العدل سعة و من ضاق علیه العدل فالجورُ علیه اضیق۔" (58)

یعنی: " خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہو تو اسے بھی واپس پلٹا دیتا۔ چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہو گی۔"

چونکہ بیت المال عوام کا مال ہوتا ہے، جس میں تمام رعایا برابر کی شریک ہے، کسی حاکم کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے پاس ایک امانت ہے، ایسا نہیں کہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرے اور جس کو چاہے عطا کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ مال بیت المال میں واپس کرنا عین عدل کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

## ۱۵۔ بیت المال میں خیانت کرنے کے نتائج

امام علی علیہ السلام عاملین زکوٰۃ اور گورنروں کو ہدایت و نصیحت کرتے ہیں اور انہیں بیت المال میں خیانت کرنے کے نتائج سے آگاہ کرتے ہیں کہ:

"ومَن استَهانَ بالامانةِ و رتعَ فِی الخِیانةِ۔۔۔ انّ اعظم الخیانة خیانة الامّةِ وافظع الغشّ غشُّ الائمّة۔" (59)

یعنی: " جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے آپ کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے، تو اس دنیا میں بھی اپنے آپ کو ذلتوں اور خواریوں میں ڈالا اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہو گا۔ (اور تم جان لو کہ) بے شک سب سے بڑی خیانت اُمت کی خیانت ہے اور سب سے بڑی فریب کاری اپنے اماموں سے فریب کرنا ہے۔"

بیت المال کو صحیح مقام پر تقسیم نہ کرنے کے نتائج سے اپنے عاملین زکوٰۃ اور گورنروں کو آگاہ کرتے ہیں:

"انّما المال مال اللہ۔۔۔ وکان لغیره ودّهم۔" (60)

یعنی: " بیشک یہ مال اللہ کا مال ہے، آگاہ رہو کہ ناحق کسی کو مال عطا کرنا تبذیر اور اسراف کہلاتا ہے۔ ناحق مال عطا کرنا مال عطا کرنے والے کو دنیا میں تو بلند کرتا ہے، لیکن آخرت میں پست کرتا ہے، اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتا ہے، مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتا ہے۔ جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نااہل افراد کو دے گا اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں کے حصہ ہی میں جائے گی۔"

*****

# حوالہ جات


1۔ نہج البلاغہ، جلد ۴: قول نمبر ۳۲۸، ص ۸۷

2۔ نہج البلاغہ، ج ۴، قول نمبر ۲۷۰، ص ۶۵

3۔ سورہ نساء: ۳۲

4۔ سورہ نساء: ۷

5۔ سورہ حشر: ۶

6۔ الانفال: ۴۱

7۔ سورہ نور: ۵۶

8۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۱۱۰، ص ۲۱۵

9۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۱۹۹، ص ۱۷۹

10۔ نہج البلاغہ، ج ۴، قول ۱۴۶، ص ۳۵

11۔ سورہ توبہ: ۱۰۳

12۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکوتب ۵۳، ص ۹۶

13۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکوتب ۵۳، ص ۹۶

14۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکوتب ۵۳، ص ۹۹

15۔ ایضاً ص ۱۰۰

16۔ ایضاً ص ۸۹۔۹۰

17۔ ایضاً ص ۹۰

18۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۳، ص ۹۶

19۔ ایضاً

20۔ ایضاً، ص ۹۰

21۔ ایضا مکتوب ۲۶، ص ۲۶

22۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۵۱، ص ۸۰،۸۱

23۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۲۵، ص ۲۳

24۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۲۵، ص ۲۳

25۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۲۵، ص ۲۴

26۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۲۵، ص ۲۴

27۔ حیدر، الشیروانی، مناقب اہلبیتؑ ص ۲۱۹

28۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۲۶، ص ۲۶، ۲۷

29۔ سورہ توبہ: ۶۰

30۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۲۵، ص ۲۵

31۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۲۳۲، ص ۲۲۶

32۔الکافی، ج ۸، ص ۱۸۲

33۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۲۰۵، ص ۱۸۴، ۱۸۵

34۔ مکتوب ۴۳، ۶۸

35۔ نہج البلاغہ، جلد ۳، ص

36۔ نہج البلاغہ، جلد ۳، ص

37۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۲۲۴، ص ۲۱۷

38۔ایضاً

39۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۴۱، ص ۶۶، ۶۷

40۔ایضاً

41۔ نہج البلاغہ، ج ۴، قول ۴۷۶، ص ۱۰۹، ۱۱۰

42۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۵۳، ص ۸۵

43۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۳۷

44۔ سورۃ یوسف: ۵۵

45۔ مکتوب ۵۳، ص ۹۶۔۹۷

46۔ ایضا ص ۹۷

47۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۴۰، ص ۶۴، ۶۵

48۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۵، ص ۶

49۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۴۳، ص ۶۸

50۔ نہج البلاغہ، ج ۱، خطبہ ۱۹، ص ۲۳۲

51۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۶۷، ص ۱۲۸

52۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۴۵، ص ۷۰

53۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب ۶۲، ص ۱۲۰

54۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۲۰۹، ص ۱۸۸

55۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر، ص ۷۰، ۷۲

56۔ نہج البلاغہ، ج ۳، مکتوب نمبر ۴۵، ص ۷۲

57۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۲۲۴، ص ۲۱۸

58۔ خطبہ ۱۵، ص ۴۶

59۔ مکتوب ۲۶، ص ۲۷

60۔ نہج البلاغہ، ج ۲، خطبہ ۱۲۶، ص ۷۔